النور دسمبر ۲۰۱۴ء

ALLAH IS WITH US

حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، نہ نیا نہ پُرانا

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

مدیران
شاہد عزیز
مسز سمیرا احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اعلانات اور خبریں

عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور برطانوی پارلیمنٹ میں

شاہد عزیز، صدر یو کے برانچ عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید، امیر انجمن

سالانہ دعائیہ

۲۴ دسمبر ۲۰۱۴ء تا ۲۸ دسمبر ۲۰۱۴ء

۲۴ دسمبر صرف خواتین کے لئے مخصوص ہے

حی علی الصلاح حی الفلاح

نشریات

www.virtualmosque.co.uk پر

جمعہ: ۱۳:۰۰ بجے

درس: بعد از جمعہ ۱۴:۰۰

ماہانہ مجلس: ۱۵:۰۰

عیدین: ۱۱:۰۰ بجے اور پنجاب ریڈیو (سکائی چینل ۰۱۳۰) پر ۱۳:۰۰ تا ۱۴:۰۰ بجے

کلامِ امامؒ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو زمانے

اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح کو دو حصوں پر منقسم کر دیا۔

ایک حصہ دکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا اور دوسرا حصہ فتحیابی کا۔ تا مصیبتوں کے وقت میں وہ خلق ظاہر ہوں جو مصیبتوں کے وقت ظاہر ہوا کرتے ہیں اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وہ خلق ثابت ہوں جو بغیر اقتدار کے ثابت نہیں ہوتے۔ سو ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قسم کے اخلاق دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کے وارد ہونے سے کمال وضاحت سے ثابت ہو گئے۔ چنانچہ وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرہ برس تک معظمہ میں شامل حال رہا۔ اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنی خدا

پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارا کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلا دیئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اورشہادت دی کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہوتو اس استقامت اوراس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کرسکتا۔

اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اورثروت کا زمانہ، تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ ان کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپ کے اخلاق دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک کوئی خدا کی طرف سے اور حقیقتاً راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دشمنوں کے پرانے کینے یکلخت دور ہوگئے۔ آپ کا بڑا بھاری خلق جس کو آپ نے ثابت کرکے دکھلا دیا وہ خلق تھا جو قرآن شریف میں ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین (الانعام:۱۶۳) یعنی ان کو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا خدا کی راہ میں ہے یعنی اس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور نیز اس کے بندوں کے آرام دینے کے لئے ہے تا میرے مرنے سے ان کو زندگی حاصل ہو۔ اس جگہ جو خدا کی راہ میں اور بندوں کی بھلائی کیلئے مرنے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ آپ نے نعوذ باللہ جاہلوں یا دیوانوں کی طرح درحقیقت خودکشی کا ارادہ کرلیا تھا۔ اس وہم سے کہ اپنے تئیں کسی آلہ سے قتل کے ذریعہ سے ہلاک کر دینا اوروں کو فائدہ پہنچائے گا بلکہ آپ ان بیہودہ باتوں کے سخت مخالف تھے اور قرآن ایسی خودکشی کے مرتکب کو سخت مجرم اور قابل سزا ٹھہراتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (البقرۃ:۱۹۶) یعنی خودکشی نہ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنی موت کے باعث نہ ٹھہرو اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مثلاً خالد کے پیٹ میں درد ہو اور زید اس پر رحم کرکے اپنا سر پھوڑے تو زید نے خالد کے حق میں کوئی نیکی کا کام نہیں کیا بلکہ اپنے سر کو احمقانہ حرکت سے ناحق پھوڑا۔ نیکی کا کام تب کے لئے عمدہ دوائیں میسر کرتا اور طبابت کے قواعد کے موافق اس کا علاج کرتا۔ مگر اس کے سر کے پھوڑنے سے زید کو تو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ ناحق اس نے اپنے وجود کے ایک شریف عضو کو دکھ پہنچایا۔ غرض اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی ہمدردی اور محنت اٹھانے سے بنی نوع کی رہائی کیلئے جان کو وقف کر دیا تھا اور دُعا کے ساتھ اور تبلیغ کے ساتھ اور ان کے جوروجفا اٹھانے کے ساتھ اور ہر ایک مناسب اور حکیمانہ طریق کے ساتھ اپنی جان اور اپنے آرام کو اس راہ میں فدا کر دیا تھا۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین (الشعراء:۴) فلا تذھب نفسک علیھم حسرٰت (فاطر:۹)

کیا تو اس غم اور اس سخت محنت میں جو لوگوں کیلئے اٹھا رہا ہے اپنے تئیں ہلاک کر دے گا؟ اور کیا ان لوگوں کے لئے جو حق کو قبول نہیں کرتے تُو حسرتیں کھا کھا کر اپنی جان دے گا؟ سو قوم کی راہ میں جان دینے کا حکیمانہ طریق یہی ہے کہ قوم کی بھلائی کے لئے قانون قدرت کی مفید راہوں کے موافق اپنی جان پر سختی اٹھاویں اور مناسب تدبیروں کے بجا لانے سے اپنی جان ان پر فدا کر دیں نہ یہ کہ قوم کو سخت بلا یا گمراہی میں دیکھ کر اور خطرناک حالت میں پا کر اپنے سر پر پتھر ماریلیں یا دو تین رتی اسٹرکنیا (Strychnia) کچلہ کھا کر اس جہان سے رخصت ہو جائیں اور پھر گمان کریں کہ ہم نے اپنی اس حرکت بیجا سے

ناظرہ علی، آپ نے تلاوت قرآن سے پارلیمنٹ میں میٹنگ کا آغاز کیا، مشتاق علی، سیکریٹری یو کے برانچ اور حضرت امیر (ایدہ اللہ)

قوم کونجات دے دی ہے۔ یہ مَردوں کا کام نہیں ہے۔ زنانہ خصلتیں ہیں اور بے حوصلہ لوگوں کا ہمیشہ سے یہی طریق ہے کہ مصیبت کو قابل برداشت نہ پا کر جھٹ پٹ خودکشی کی طرف دوڑتے ہیں۔ ایسی خودکشی کی گو بعد میں کتنی ہی تاویلیں کی جائیں مگر یہ حرکت بلاشبہ عقل اور عقلمندوں کا ننگ ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا صبر اور دشمن کا مقابلہ نہ کرنا معتبر نہیں ہے۔ جس کو انتقام کا موقعہ ہی نہ ملا کیونکہ کیا معلوم ہے کہ اگر وہ انتقام پر قدرت پاتا تو کیا کچھ کرتا۔ جب تک انسان پر وہ زمانہ نہ آوے جو ایک مصیبتوں کا زمانہ اور ایک مقدرت اور حکومت اور ثروت کا زمانہ ہو۔ اس وقت تک اس کے سچے اخلاق ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے۔ صاف ظاہر ہے کہ جو شخص صرف کمزوری اور ناداری اور بے اقتداری کی حالت میں لوگوں کی ماریں کھاتا مرجاوے اور اقتدار اور حکومت اور ثروت کا زمانہ نہ پاوے۔ اس کے اخلاق میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر کسی میدان جنگ میں حاضر نہیں ہوا تو یہ بھی ثابت نہ ہوگا کہ وہ دل بہادر تھا یا بزدل۔ اس کے اخلاق کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ اگر وہ اپنے دشمنوں پر قدرت پاتا تو ان سے کیا سلوک بجالاتا اور اگر وہ دولت مند ہوجاتا تو اس دولت کو جمع کرتا یا لوگوں کو دیتا اور اگر وہ کسی میدان جنگ میں آتا تو دم دبا کر بھاگ جاتا یا بہادروں کی طرح ہاتھ دکھاتا۔ مگر خدا کی عنایت اور فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اخلاق کے ظاہر کرنے کا موقعہ دیا۔ چنانچہ سخاوت اور شجاعت اور حلم اور عفو اور عدل اپنے اپنے موقعہ پر ایسے کمال سے ظہور میں آئے کہ صفحۂ دنیا میں اس کی نظیر ڈھونڈنا لاحاصل ہے۔ اپنے دونوں زمانوں میں ضعف اور قدرت اور ناداری اور ثروت میں تمام جہان کو دکھلا دیا کہ وہ ذات پاک کیسی اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی جامع تھی اور کوئی انسانی خلق اخلاق فاضلہ میں سے ایسا نہیں ہے جو اس کے ظاہر ہونے کے لئے آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک موقع نہ دیا۔ شجاعت، سخاوت، استقلال، عفو، حلم وغیرہ وغیرہ تمام اخلاق فاضلہ ایسے طور پر ثابت ہوگئے کہ دنیا میں اس کی نظیر کا تلاش کرنا طلب محال ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ جنہوں نے ظلم کو انتہا تک پہنچا دیا اور اسلام کو نابود کرنا چاہا خدا نے ان کو بھی بے سزا نہیں چھوڑا۔ کیونہ ان کو بے سزا چھوڑنا گویا راستبازوں کو ان کے پیروں کے نیچے ہلاک کرنا تھا۔

اظہرالدین احمد، خزانچی یو کے جماعت اور ڈاکٹر زاہد عزیز (پارلیمنت میں خطاب فرمارہے ہیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کی غرض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں کی ہرگز یہ غرض نہ تھی کہ خواہ نخواہ لوگوں کو قتل کیا جائے۔ وہ اپنے باپ دادا کے ملک سے نکالے گئے تھے اور بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں بے گناہ شہید کئے گئے تھے۔ اور ابھی ظالم ظلم سے باز نہیں آتے تھے اور اسلام کی تعلیم کو روکتے تھے۔ لہذا خدا کے قانون حفاظت نے یہ چاہا کہ مظلوموں کو بالکل نابود ہونے سے بچالے۔ سو جنہوں نے تلوار اٹھائی تھی انہیں کے ساتھ تلوار کا مقابلہ ہوا۔ غرض قتل کرنے والوں کا فتنہ فرو کرنے کے لئے بطور مدافعت شر کے وہ لڑائیاں تھیں اور اس وقت ہوئیں جبکہ ظالم طبع لوگ اہل حق کو نابود کرنا چاہتے تھے۔ اس حالت میں اگر اسلام اس حفاظت خود اختیاری کو عمل میں نہ لاتا تو ہزاروں بچے اور عورتیں بیگناہ قتل ہوکر آخر اسلام نابود ہوجاتا۔

یاد رہے کہ ہمارے مخالفین کی یہ بڑی زبردستی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ الہامی ہدایت ایسی ہونی چاہئے جس کے کسی مقام اور کسی محل میں دشمنوں کے مقابلہ کی تعلیم نہ ہو اور ہمیشہ حلم اور نرمی کے پیرایہ میں اپنی محبت اور رحمت کو ظاہر کرے۔ ایسے لوگ اپنی دانست میں خدائے عزوجل کی بڑی تعظیم کررہے ہیں کہ جو اس کی

تمام صفات کاملہ کو صرف نرمی اور ملائمت پر ہی ختم کرتے ہیں۔لیکن اس معاملہ میں فکر اور غور کرنے والوں پر بآسانی کھل سکتا ہے کہ یہ لوگ بڑی موٹی اور فاش غلطی میں مبتلا ہیں۔خدا کے قانون قدرت پر نظر ڈالنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے لئے وہ رحمت محض تو ضرور ہے مگر وہ رحمت ہمیشہ اور ہر حال میں نرمی اور ملائمت کے رنگ میں ظہور پذیر نہیں ہوتی بلکہ وہ سراسر رحمت کے تقاضا سے طبیب حاذق کی طرح کبھی شربت شیریں ہمیں پلاتا ہے اور کبھی دوائی تلخ دیتا ہے۔اس کی رحمت نوع انسان پر اس طرح وارد ہوتی ہے جیسے ہم میں سے ایک شخص اپنے تمام وجود پر رحمت رکھتا ہے۔اس بات میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا کہ ہر ایک فرد ہم میں سے اپنے سارے وجود سے پیار رکھتا ہے۔اور اگر کوئی ہمارے ایک بال کو اکھاڑنا چاہے تو ہم اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں۔ لیکن باوصف اس کے کہ ہماری محبت جو ہم اپنے وجود سے رکھتے ہیں ہمارے تمام وجود میں بٹی ہوئی ہے اور تمام اعضاء ہمارے لئے پیارے ہیں۔ہم کسی کا نقصان نہیں چاہتے۔مگر پھر بھی یہ بات بداہت ثابت ہے کہ ہم اپنے اعضاء سے ایک ہی درجہ کی اور یکساں محبت نہیں رکھتے بلکہ اعضاء رئیسہ وشریفہ کی محبت جن پر ہمارے مقاصد کا بہت کچھ مدار ہے۔ ہمارے دلوں پر غالب ہوتی ہے۔ایسا ہی ہماری نظر میں ایک ہی عضو کی محبت کی نسبت مجموعہ اعضاء کی محبت بڑھ کر ہوتی ہے۔پس جب کبھی ہمارے لئے کوئی ایسا موقع آپڑتا ہے کہ ایک عضو کا بچاؤ ادنیٰ درجہ کے عضو کے زخمی کرنے یا کاٹنے یا توڑنے پر موقوف ہوتا ہے تو ہم جان کے بچانے کے لئے بلاتامل اسی عضو کے زخمی کرنے یا کاٹنے پر مستعد ہوجاتے ہیں۔ اور گو اس وقت ہمارے دل میں یہ رنج بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے ایک پیارے عضو کو زخمی کرتے یا کاٹتے ہیں۔مگر اس خیال سے کہ اس عضو کا فساد کسی دوسرے شریف عضو کو بھی ساتھ ہی تباہ نہ کرے ہم کاٹنے کے لئے مجبور ہوجاتے ہیں۔پس اسی مثال سے سمجھ لینا چاہئے کہ خدا بھی جب دیکھتا ہے کہ اس کے راستباز باطل پرستوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے ہیں اور فساد پھیلتا ہے تو راستبازوں کی جان کے بچاؤ اور فساد کے فرو کرنے کے لئے مناسب تدبیر ظہور میں لاتا ہے۔خواہ آسمان سے خواہ زمین سے اس لئے کہ وہ جیسا کہ رحیم ہے ویسا حکیم بھی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

خاتم النبیین سے کیا مراد ہے؟

حضرت مولانا محمد علیؒ

(تمہید: جماعت قادیان کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو قرآن نے جو خاتم النبیین کہا ہے تو خاتم کا مطلب مہر ہے اور خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ وہ مہر جس سے نئے نبی بنیں۔ دیگر امت یہ کہتی ہے کہ اِس کا مطلب آخری نبی ہے یعنی حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حال ہی میں جماعت قادیان سخت دباؤ کے تحت آہستہ آہستہ اپنے سابقہ عقائد سے مُختلف حیلوں بہانوں سے رجوع کر رہی ہے لیکن ایمانداری سے اِس کا اعلان کرنے کی بجائے کچھ عقائد خاموشی سے چھپا رہی ہے اور کچھ تبدیل کر رہی ہے۔ مثلاً انگلستان کے اخباروں میں حضرت صاحب کو اپنے عقیدہ کے خلاف محض ریفارمر کہنا، یہ کہنا کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے چاہے وہ دوسروں کو کافر ہی کہتا ہو، اور اب وہ صرف یہ کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں کہ ہم تو نبی کریم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور یہ نہ بتانا کہ اِس سے وہ درپردہ کیا مطلب کیا لیتے ہیں۔ جس زمانے میں قادیانی کُھل کر کہتے تھے کہ اِس کا مطلب نبیوں کی مہر ہے تب حضرت مولانا محمد علیؒ نے اُنکے اِس عقیدہ کے رد میں ایک رسالہ بنام مسیح موعود لکھا، مندرجہ ذیل مضمون اُس کا ایک حصہ ہے۔ ایڈیٹر)

ساری بحث اس بات پر آرہی ہے کہ آیا خاتم النبیین کے وہ معنی ہیں جو میاں صاحب اور بعض ان کے مرید کرتے ہیں

پارلیمنٹ میں حضرت امیر (ایدہ اللہ) ممبران جماعت کے ساتھ

کہ اس سے مراد ایسا نبی ہے جس کی مہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ یا وہ جو ہم کرتے ہیں کہ اس سے مراد نبیوں کا ختم کرنیوالا آخری نبی مراد ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بیسوں تحریروں میں وہ معنی موجود ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی اور بعد بھی۔ پہلے سے تو شاید کسی کو بھی انکار نہیں۔ بعد کے ایک دو حوالجات یہاں درج ہیں:۔

والنبوة قد انقطعت بعد نبينا صلى الله عليه وسلم وان رسولنا خاتم النبيين وعليه انقطعت سلسلة المرسلين فليس حق احد ان يدعى النبوة بعد رسولنا المصطفىٰ علىٰ الطريقة المستقلة وما بقى الا كثرة المكالمة.

(ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴)

اورنبوت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحقیق منقطع ہوگئی۔ اور تحقیق ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور ہمارے رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے اور کچھ باقی نہیں۔

’’اس نبوت (نبوت محمدیہؐ) پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔‘‘

(الوصیت ص ۱۰)

اس کے خلاف حقیقۃ الوحی کا حوالہ ذیل پیش کیا جاتا ہے۔

’’اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی

واٹرفولز بیچ آسٹریلیا

توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے (حقیقۃ الوحی ص ۹۷ حاشیہ)۔‘‘

میاں صاحب کے مریدین عموماً اس حوالہ کو آخری الفاظ کاٹ کر پیش کیا کرتے ہیں۔ ’’یہی معنی ہیں اس حدیث کے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل‘‘ تاکہ حضرت صاحب کے اصل منشا کو پردۂ اخفا میں رکھا جائے۔ حالانکہ جس نبوت کا ذکر ہے وہ وہی نبوت ہے جسے دیگر اکابر امت نے بھی علمائے امت میں جاری وساری مانا ہے۔ پس یہ حوالہ میاں صاحب کے اس معنی کے لئے مفید نہیں لیکن باوجود اس کے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب دوفریق کا اس بات پر جھگڑا ہے کہ ان کے امام کا مطلب یہ تھا یا وہ۔ تو قرآن کریم کی صریح ہدایت موجود ہے فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللّٰہ والرسول۔ تو اب رسول کی طرف لوٹانے سے اس بات میں ادنیٰ شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ ایک دو حدیثوں میں نہیں بیسوں حدیثوں میں خاتم

النبیین کی تفسیر **لا نبی بعدی** اور اسی قسم کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے لیکن یہ تفسیر کہ اس سے مراد ایسا ہی ہے جس کی مہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ کسی ایک حدیث میں بھی نہیں جب تک میاں صاحب اس معنی پر کوئی حدیث پیش نہ کریں۔ اس وقت تک ان کا قول عنداللہ اور عندالناس مردود ہے اور وہ قیامت تک بھی کوئی حدیث اس مضمون کی پیش نہیں کر سکتے۔ پس اس بنا پر یہ مسئلہ نبوت جو میاں صاحب نے ایجاد کیا ہے اسے کوئی قرآن وحدیث کے ماننے والا مسلمان قبول نہیں کرسکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ مسلمانوں کے سیاسی انحطاط اور تنزل کے زمانہ میں ان کے ایمان کو زندہ کر کے انہیں اسلام کی ترقی اور روحانی غلبہ کی بشارت دی

حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ

حضرت مرزا صاحب کی بعثت سے قبل مسلمانوں کی سیاسی حالت انتہائی تنزل پر جا پہنچی تھی ان کی سلطنتیں یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھوں سے نکل چکی تھیں اور نکل رہی تھیں ادھر ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا ادھر مصر انگریزوں کے ہاتھ میں جا چکا تھا، سوڈان پر مہدی سوڈانی کو شہید کر کے انگریز مسلط ہو چکے تھے، فرانس نے شمالی افریقہ کا اکثر حصہ یعنی الجیریا اور ٹیونس اور کچھ حصہ مراکش کا اپنے قبضہ میں کرلیا تھا، مراکش پر اسپین نے اور طرابلس پر اٹلی نے قبضہ کرلیا تھا، زنجبار کی ساری اسلامی مملکت انگریزوں اور جرمنوں میں تقسیم ہو چکی تھی، ترکستان کو روس بلکی نگل چکا تھا اور ایران اس کے ہاتھوں میں ایک مغلوب شکار کی طرح دم توڑ رہا تھا، افغانستان کی حیثیت ایک ریاست بن کر رہ گئی تھی جو انگریزوں کے بلکی زیر اثر تھی عرب میں کوئی جان باقی نہ تھی مسلمانوں کی مایہ ناز ٹرکی کی سلطنت جسے خادم الحرمین الشریفین ہونے کا فخر حاصل تھا ایک مرد بیمار کی طرح سسک رہی تھی اور روس کے آئے دن کے حملوں اور یورپ کی سیاسی چالبازیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ماہرین سیاست کا یہ فتویٰ لگ چکا تھا کہ یہ مرد بیمار اب چند روز کا مہمان ہے لے دیکے دکن میں میسور کی ایک اسلامی سلطنت باقی تھی اور سلطان ٹیپو اس نازک حالت میں انگریزوں کا مقابلہ کر رہا تھا اس کے شہید ہو جانے اور میسور کے انگریزوں اور ہندوؤں کے قبضہ میں چلے جانے نے مسلمانوں کے سیاسی تنزل پر مہر لگا دی یہاں تک کہ ایک انگریز نے ان الفاظ میں اس واقعہ کا ذکر کیا کہ ''سلطان ٹیپو کی موت نے مسلمانوں کی خلافت کا عملی طور پر دنیا سے خاتمہ کر دیا۔'' اور ٹیپو سلطان علیہ الرحمۃ کے مزار کا کتبہ لکھنے والے نے درحقیقت عالم اسلامی کے خیالات کی ترجمانی کی جب اس نے یہ لکھا کہ ''آج روم و ہند کی عظمت کا خاتمہ ہوگیا۔'' الغرض یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کی سیاسی حالت انتہائی تنزل کو پہنچ چکی تھی اور تمام عالم اسلام پر ایک یاس کی حالت طاری تھی۔ مسلمانوں کا بدقسمتی سے یہ خیال ہوگیا تھا کہ مذہب کے قیام کے لئے مادی طاقت اولین چیز ہے اگر آج مادی طاقت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکی ہے تو اب کوئی صورت نہیں کہ دوبارہ اسلام دنیا میں غالب آسکے اس وقت کے مسلمان علماء اور لیڈروں کے خطبات کو پڑھیے کتابوں کو دیکھیے نثر ونظم کو ملاحظہ فرمائیے ہر جگہ آپ کو مایوسی ہی مایوسی نظر آئے گی۔ دنیا نے یہی سمجھا کہ اسلام نے آخری کوشش ٹیپو سلطان کی شکل میں کی تھی لیکن جب وہ کوشش بھی بارآور نہ ہوئی تو اب کوئی صورت ہماری بقا کے لئے باقی نہیں رہی مسلمانوں کی اسی یاس انگیز حالت سے متاثر ہو کر مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے وہ مرثیہ قوم لکھا جو مسدس حالی کے نام سے مشہور ہے جس میں

شیخ زید مسجد ابوظہبی

مسلمانوں کے زوال کا ایسا دردناک نقشہ کھینچا ہے کہ پڑھ کر آنکھیں آنسوؤں سے تر اور قلوب غم والم اور حسرت و یاس سے بھر جاتے ہیں۔

غرضیکہ مسلمانوں کو ایسا نظر آیا کہ وہ اب یہود کی طرح ہمیشہ کے لئے ایک مغلوب اور مخذول قوم بن گئے اور وہ یہ دیکھ کر کہ نہ صرف دنیا ہی ان کی مخالف ہے بلکہ آسمان سے بھی ان کی مدد کے لئے نازل نہیں ہوتا مذہب سے بھی بدظن ہونے لگے اور یہ مایوسی جو عالم اسلامی پر اس دور میں چھائی تھی اس کی نظیر نہ بنوامیہ کی تباہی میں نظر آتی ہے نہ عباسیہ کی بربادی میں اور نہ ہی اسپین میں اسلامی شوکت کے زوال کے وقت یہ مایوسی کی لہر ایک عالمگیر حیثیت رکھتی تھی اور جیسا کہ ہرایک دانا جانتا ہے اس قسم کی مایوسی ایسی خطرناک چیز ہے جب یہ کسی فرد یا قوم کے قلوب پر تسلط جمالیتی ہے تو پھر دل بجھ جاتے ہیں اور انسان کے اندر سے قوت عمل زائل ہوجاتی ہے اور جدوجہد کی امنگ جاتی رہتی ہے اور ترقی وسعی کا مادہ سلب ہوجاتا ہے اور ایسے شخص یا قوم کو کسی چیز کا انتظار نہیں باقی رہتا سوائے اپنی موت کے پس ایسے نازک موقعہ پر اس امر کی بڑی سخت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص اس زمانہ میں پیدا ہو جو مسلمانوں کے دلوں سے اس مایوسی کی لہر کو بالکل مٹادے اور قوم کو پھر اس امید اور یقین اور ایمان وعرفان کا درس دے جس کی بدولت وہ عرب کے صحرا سے نکل کر اسپین سے لیکر چین تک اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے پہنچ گئے تھے اس وقت ایسے آسمانی مصلح یا مسیح کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کی بیماریوں کی صحیح تشخیص کرکے ان کا بہترین علاج پیش کرے اور اپنے نفوس قدسیہ کی برکت سے مردہ دلوں میں پھر زندگی پیدا کرے

الغرض اس عالمگیر یاس اور اشد ضرورت کے وقت خدا نے اسلام کے متعلق اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون کو (کہ ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) یاد کیا اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الرحمۃ کو چودھویں صدی کے سر پر مجدد بنا کر بھیجا انہوں نے آتے ہی اس مایوس قوم کو بشارت دی کہ سنو! اسلام کا خدا زندہ خدا ہے وہ آج بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے بلکہ ہمیشہ سے موجود ہے اور وہ وہی خدا ہے جس نے قرآن کریم نازل فرمایا تھا اور اسلام کو اپنا ابدی دین قرار دیا تھا اسی خدا نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں لیظھرہٗ علی الدین کلہ خدائی وعدہ کے ماتحت اس دین کو کل ادیان پر غالب کرکے دکھاؤں اگرچہ اسلام کا ظاہری سیاسی غلبہ اس وقت مٹ چکا ہے مگر اسلام کے روحانی غلبہ کا وقت آگیا ہے اور لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ کا خدائی وعدہ پورا ہونے کا یہی وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام دیگر ادیان پر غلبہ دے گا خواہ وہ ادیان یہودیوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں اور سکھوں اور بدھوں وغیرہ کے مذاہب ہوں اور خواہ وہ مادہ پرستی بالشوازم، فیسی ازم، نازی ازم وغیرہ کی شکل میں دنیا کی آنکھوں کو چکاچوند کرنے والے ادارے ہوں ذرا یہ ایمان افروز تحریر حضرت اقدس مرزا صاحب کی ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:۔

> یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ کسی وقت وہ اپنی طاقت دکھلا چکا ہے یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آئیں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کے رو سے میں کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملے سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ

حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کرے گا اس کشتی کا ناخدا خداوند تعالیٰ ہے وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور باد مخالف سے بچاتا رہے گا جیسا کہ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ۔'' (آئینہ کمالات اسلام)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا نورالدینؒ نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور تو اسلام کی اشاعت یورپ اور امریکہ میں کرنا چاہتے ہیں اور وہاں کے لوگ مذہب کے نام سے متنفر ہورہے ہیں''۔ فرمایا ''اچھا ہے تختی صاف ہورہی ہے نقش اچھا جمے گا مریم کے بیٹے مسیح کی خدائی کا بت دلوں سے مٹنے دو تا کہ اسلام کے لئے جگہ خالی ہو۔'' پھر فرمایا ''مولوی صاحب! پہلی رات کا چاند صرف تیز نظر انسان دیکھتا ہے ہر ایک کو نظر نہیں آتا جب چودھویں رات کا چاند بن کر چمکتا ہے تو ایک عالم دیکھتا ہے اسی طرح میری آنکھوں نے اسلام کے روحانی غلبہ کا ہلال دیکھ لیا ہے انشاء اللہ وقت آئے گا کہ یہ بدر بن کر چمکے گا تب سارا عالم دیکھے گا۔''

(مجدد اعظم، جلد سوم)

پارلیمنٹ میں میٹنگ کے اختتام پر احباب جا رہے ہیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو کے
15 Stanley Ave,Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل: aaiiLahore@gmail.com

عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ''اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا''، ''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہواُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''، ''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔''

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ بمطابق فرمان نبوی ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو اانبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کونفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہراس شخص کو جو لاَ اِلٰهَ اِلاّ اللّٰهُ مُحمَّدٌ رسولُ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کا دعوی مجدد و مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ: ''اوران لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔''

اِن عقائد رکھنے والی جماعت کو کافر کہنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟